Hazara Islamicus, Vol.:10, Issue: 02,July-Dec 2021
PP: 44-57

OPEN ACCESS
Hazara Islamicus
ISSN (Online): 2410-8065
ISSN (Print): 2305-3283
www.hazaraislamicus.com

اسلامی و مغربی تصورات علم اور علوم کی اسلامی تشکیل: فکر و تہذیب پر ان کے اثرات کا جائزہ

Islamic and Western Concept of knowledge and Islamization of Kowledge: an analysis of their impact on thought and civilization.

Muhammad Rizwan Yasin
Ph.D. Research Scholar, AIOU Islamabad

Ahmad Abdul Rahman
Lecturer, Department Islamic Thoughts and Civilization, AIOU, Islamabad.

Abstract

In this article we have tried to find out what is the definition of knowledge? On what basis are the metaphysics of any civilization and culture formed? What are the values and ideas of Islamic civilization and Western civilization? What is the concept of Epistemology and Islamization of Knowledge? When did the Islamization of Knowledge begin? How did the movement for the Islamization of Knowledge gain momentum after the fall of the colonial system in the last five decades? Which important personalities rendered their valuable services on it? And not only breathed new life into the movement of Islamization of Knowledge but also completed a large part of the practical work. At the same time, we have tried to know the purpose of Islamization of Knowledge in this article.

***Key Words**: Civilization, Epistemology, Islamization of Knowledge.*

اس آرٹیکل میں ہم نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ علم کی تعریف و تصور کیا ہے؟ کسی بھی تہذیب و ثقافت کی مابعدالطبعیات کس بنیاد پر تشکیل پاتی ہیں؟ اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب کی اقدار و نظریات کیا ہیں ؟ علمیات (Epistemology) اور اسلامیت علوم (Islamization of Knowledge) کا تصور کیا ہے؟ اسلامیت علوم کا آغاز کب سے ہوا؟ حالیہ تقریباً آخری پانچ عشروں میں استعماری نظام کے خاتمے کے بعد اس علوم کے اسلامیانے کی تحریک میں کیسے تیزی آئی؟ کن اہم شخصیات نے اس پر اپنی گرانقدر خدمات سرانجام دیں ؟ اور علوم کے اسلامیانے کی تحریک میں نہ صرف نئی

CC BY

روح پھونکی بلکہ عملی کام کا بڑا حصہ مکمل بھی کیا۔ علم کے تصورات فکر و تہذیب پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں؟اس کے ساتھ ساتھ ہم نے اس آرٹیکل میں اسلامیت علوم کے مقاصد کو بھی جاننے کی کوشش کی ہے۔

تصورعلم (The Concept of Knowledge)

کسی بھی تہذیب و ثقافت کی مابعدالطبعیات اس کے تصور علم پر استوار ہوتی ہے ۔اس تصور علم یا علمیات (Epistemology) کی بنیاد پر ہی اس تہذیب و ثقافت کا فکر و فلسفہ تشکیل پاتا ہے۔علم کی تعریف،اس کے ماخذ، ذرائع اور علم کی وسعت،اس کا استناد اور اس کی حدود وغیرہ سے متعلق ابحاث کو"تصور علم" یاعلمیات (Epistemology) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اسلامی ادب میں علم کے مختلف معانی آتے ہیں۔قرآن مجید میں علم کے ساتھ حکمت اور تزکیہ کی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَمَآ أَرۡسَلۡنَا فِيكُمۡ رَسُولٗا مِّنكُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡكُمۡ ءَايَٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمۡ تَكُونُواْ تَعۡلَمُونَ [1]

ادراک، شعور اور معرفت جیسے الفاظ بھی علم کے مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔علمائے اسلام نے علم کی سینکڑوں تعریفات کی ہیں مگر کسی قطعی اور جامع و مانع تعریف سے بالعموم احتراز کیا ہے۔ مثلا،امام الآمدی نے ابکار الافکار میں،امام الحرمین الجوینی نے کتاب الارشاد میں، امام البزدوی نے اصول الدین میں، امام احمد بن محمود الصابونی نے الکفایہ فی شرح البدایہ میں، امام النسفی نے اپنی عقائد کی کتب میں، حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں، طاش کبری زادہ نے مفتاح السعادہ میں اور اسی طرح دیگر کثیر علماء نے جن میں امام غزالی، اسحاق بن راہویہ، امام مالک، عبداللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ، حسن بصری، امام زہری، سفیان الثوری، ابن رشد ،ابن خلدون، ابن تیمیہ، الکندی، الفارابی، ابن سینا، زکریا رازی اور دیگر محققین، محدثین، صوفیاء، حکماء وغیرہ کی کثیر تعداد ہے جنھوں نے علم اور تصور علم پر گفتگو فرمائی ہے اور علم کی تعریفات مختلف انداز میں کی ہیں۔ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

"وجدان الاشیاءبحقائقها، العلم ادراک الشیء بحقیقته، حصول صورة الشیء فی العقل، معرفة المعلوم علی ما هو به، وغیره"

ابو عمار زاہد الراشدی صاحب علم کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "علم انسان کا وہ امتیاز ہے جس نے انہیں فرشتوں پر فضیلت عطا کی اور معلّم وہ منصب ہے جسے سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر اپنے تعارف کے طور پر پیش کیا کہ 'انما بعثت معلما' (میں معلم اور استاذ بنا کر بھیجا گیا ہوں)، جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی پہلی وحی قراءت، قلم اور تعلیم کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔اسی لیے اسلام میں تعلیم کے مشغلہ اور معلم کے منصب کو ہمیشہ عزت اور وقار کا مقام حاصل رہا ہے اور دنیا کی ہر مہذب اور متمدن قوم میں معلم کو احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔البتہ اسلام نے معلم خیر اور معلم شر کا فرق

ضرور کیا ہے اور علم کو نافع اور ضار کے شعبوں میں تقسیم کر کے خیر و نفع کے معلم کو فضیلت و وقار کے مقام سے نوازا ہے جبکہ شر اور ضرر کا باعث بننے والے علوم کی مذمت کرتے ہوئے ان کی تعلیم کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ شیطان بھی اصل میں ایک معلم ہی تھا لیکن چونکہ اس نے شر اور ضرر کا راستہ اختیار کر لیا تھا، اس لیے راندۂ درگاہ قرار پایا اور قیامت تک کے لیے لعنت کا طوق اس کی گردن میں پڑ گیا۔"[2]

ڈاکٹر محمد امین صاحب تعلیم و تزکیہ کی اہمیت کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

"انسانوں کو بدلنے کے لیے تعلیم و تزکیہ سے بہتر ہتھیار آج تک ایجاد نہیں ہوئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے آخری پیغمبر کو لوگوں کو بدلنے کا جو فارمولا دیا، وہ انہی دو نکات پر مشتمل تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت بھی فرمادی کہ پہلے پیغمبروں کا طریق کار بھی یہی تھا۔ گویا انسانی معاشرے میں پائیدار صالح تبدیلی لانے کے لیے یہ ایک مستقل فارمولا ہے لیکن کئی فکری اسباب کی بنا پر جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں' کئی اہل علم خصوصاً جدید اسلامی تحریکوں نے ان دو نکات کو کما حقہ اہمیت نہیں دی حالانکہ امام مالکؒ نے بہت پہلے متنبہ کر دیا تھا کہ جن اصولوں پر چل کر اس امت کی ابتدا میں اصلاح ہوئی تھی' انہی اصولوں پر عمل سے اس کے آخر کی بھی اصلاح ہو سکے گی۔ اور یہ ایک حقیقت بھی ہے کہ مسلمان توپ و تفنگ کی لڑائی ہارنے سے پہلے کلاس روم' خانقاہ اور تجربہ گاہ میں لڑی جانے والی لڑائی ہار چکے تھے اور یہ سمجھنے کے لیے بہت زیادہ دانش کی ضرورت نہیں کہ مستقبل میں اگر انہیں دشمن سے جنگ جیتنا ہے تو اس کے لیے میدان جنگ سے پہلے کلاس روم' خانقاہ اور تجربہ گاہ کی جنگ جیتنا ہو گی۔"[3]

اسلام کا تصور علم (Islamic Epistemology)

اسلام کا تصور علم آفاقی اور اخلاقی ہے۔ اس کی بنیادیں سچائی اور وحی پر استوار ہیں۔ اللہ رب العزت نے انسانوں کو علم کے حصول کی طرف راغب فرمایا۔ علم کس چیز کا ہو؟ کون سا ہو؟ اس پر کوئی قید نہیں لگائی۔ انسان، حیوان، عبادت، معاشرت، معیشت، زمین، آسمان، فضا، سیارے، ستارے، نباتات، جمادات الغرض پوری کائنات کے ہر ذرے کا علم حاصل کرو۔ البتہ انسانوں کو اخلاقی حدود و قیود کا پابند ضرور بنایا ہے۔ ان حدود و قیود کا پاس کرتے ہوئے وہ علم کے سمندر میں جہاں چاہے غوطے لگائے اور موتی اور گوہر تلاش کرے۔ قرآن مجید نے بلا کسی دینی و دنیاوی تفریق کے یہ دعا سکھلائی ہے:

وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا [4]

اور فرمادیجئے کہ اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما۔

حضور اکرم ﷺ بھی ان الفاظ میں دعا فرمایا کرتے تھے۔:

اللهم إنى أسئلك علما نافعا [5]

اے اللہ میں تجھ سے نفع دینے والے علم کا سوال کرتا ہوں۔

اور آپ ﷺ علم غیر نافع سے پناہ بھی طلب فرمایا کرتے :

اللھم إنی أعوذبک من علم لاینفع [6]

اے اللہ میں ایسے علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو نفع نہ دے۔

ابو عمار زاہد الراشدی صاحب اسلامی تصور علم کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اسلام علم برائے علم کا قائل نہیں ہے بلکہ صرف ان علوم کو اپنے تعلیمی نظام کے دائرہ میں جگہ دیتا ہے جو انسان اور انسانی سوسائٹی کے لیے نفع اور خیر کا باعث ہوں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو اور اس نوعیت کے دیگر علوم کی فنی اور واقعاتی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی تعلیم و تعلّم سے منع فرمایا ہے، بلکہ قرآن کریم نے تو جائز علوم کی بھی درجہ بندی کرکے یہ اصول پیش کیا ہے کہ ہر علم ہر شخص کے لیے موزوں نہیں ہے، بلکہ ذہنی سطح، منصبی فرائض اور مقام و حیثیت کو ملحوظ رکھ کر تعلیم و تعلّم کے لیے مضامین کے انتخاب کی سمت قرآن کریم نے راہنمائی فرمائی ہے۔ جیسا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے کہ : 'وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ' (ہم نے آپ کو شعر و شاعری نہیں سکھائی اور وہ آپ کے لیے مناسب بھی نہیں ہے)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی علم کا حصول صرف اس لیے ضروری یا مناسب نہیں ہو جاتا کہ وہ علم ہے بلکہ ضرورت و مناسبت کے لیے یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ علم حاصل کرنے والے کو اس کی عملی زندگی میں اس علم کی کس حد تک ضرورت ہے اور وہ اس کے لیے کس درجہ میں مناسب حال ہے۔" [7]

اسلامی تصور علم اور اسلامی تہذیب (Islamic Epistemology and Islamic Civilization)

جیسا کہ بیان کیا جا چکا کہ تصور علم کی بنیاد پر ہی کسی تہذیب و ثقافت کا فکر و فلسفہ تشکیل پاتا ہے۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کی بنیاد بھی اسلامی تصور علم ہے۔ اور یہ کن اصولوں پر مبنی ہے اس کے لیے ہمیں اسلامی تہذیب و ثقافت کو سمجھنا ہوگا جس سے اسلامی تصور علم کو سمجھنے میں بھرپور مدد ملتی ہے۔

پروفیسر مفتی محمد احمد صاحب تہذیب کے بنیادی عناصر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ہر تہذیب کے کچھ بنیادی عناصر ہوتے ہیں جن سے وہ تہذیب تشکیل پاتی ہے اور دنیا کی تمام تہذیبوں میں یہ بنیادی عناصر پائے جاتے ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ دنیوی زندگی کا تصور ۲۔ زندگی کا نصب العین ۳۔ اساسی عقائد و افکار

۴۔ تربیت افراد ۵۔ نظام اجتماعی" [8]

ڈاکٹر خالد علوی صاحب اسلامی تہذیب کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

"اسلامی تہذیب کی اساس اگرچہ ایمان ہے لیکن وہ تعقل سے صرف نظر نہیں کرتی۔ اسلامی تہذیب نے محسوسات کا ادراک کیا ہے اور اس کی حقیقت کو تسلیم کیا ہے لیکن اسے مابعد الطبیعات سے منسلک کیا ہے۔ انسان اور کائنات کے بارے میں اسلامی تہذیب کا اساسی نقطہ یہ ہے کہ ان دونوں کی تخلیق میں ایک مقصدیت پائی جاتی ہے اسلامی نقطہ نظر سے انسان کا وجود بے مقصد ہے اور نہ کائنات کی تخلیق و تنظیم بے سبب۔" [9]

ڈاکٹر محمد علی ضناوی صاحب اسلامی تہذیب کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''اسلامی تہذیب حیات و کائنات سے متعلق اسلامی مفاہیم کے تحت ایک انسانی جماعت کی سر گرمیوں کے تفاعل کا نام ہے جو روئے زمین میں اللہ کی خلافت کو وجود میں لاتی ہے۔''[10]

اسلامی تہذیب ایک مسلمان کے لئے اس کی پیدائش سے لیکر اس کی زندگی اور پھر موت تک کے انتظامات کو یقینی بناتی ہے۔ جب ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے، ساتویں روز بچہ کا عقیقہ کیا جاتا ہے پھر اس کا خوبصورت اسلامی نام رکھا جاتا ہے۔ طہارت اور پاکی کی تعلیم دی جاتی ہے پھر نماز کی تعلیم، تلقین اور تربیت دی جاتی ہے۔ اسلامی آداب و معاشرت سکھائے جاتے ہیں۔ نکاح مسنون، ازدواجی زندگی اور اولاد کی اسلامی تربیت وغیرہ، اس طرح فرائض و حقوق کی تعلیم و تربیت کا یہ سائیکل جاری رہتا ہے یہاں تک کہ موت کا وقت آجاتا ہے۔ موت کے بعد بھی اس کی اسلامی طریقہ پر تجہیز و تکفین، نماز جنازہ اور پھر تدفین تک کے مراحل تک اسلامی تہذیب اس کی زندگی اور موت تک کا ساتھی بن کر اس کے ساتھ ساتھ رہتی اور اس کی حفاظت کرتی ہے۔

اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے سید ابوالحسن علی ندوی صاحب لکھتے ہیں :

''شریعت اسلامی نے ایک مسلمان کے لیے پیدائش سے موت تک اس کے انتظامات کیے ہیں اور ایسا ماحول بنانے کی کوشش کی ہے جس میں مسلمان اس حقیقت کو فراموش نہ کرنے پائے بلکہ ہر وقت زندگی کی ہر منزل میں اسے یاد رہے کہ ہم ایک الگ امت ہیں۔ ہم ملت ابراہیمی اور امت محمدی ﷺ کے فرد اور ایک مخصوص شریعت اور آئین اور مسلک زندگی کے پیرو اور خدا کے وفادار بندے ہیں۔ ہماری زندگی بھی اسی آئین و مسلک کی وفاداری میں گزرے اور جب موت آئے تو اسی دین و ملت پر آئے۔''[11]

محمد مارماڈیوک پکھتال اسلامی تہذیب کا مفہوم واضح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں :

''تہذیب سے مراد انسانی دل و دماغ کی آرائش ہے۔ اسلامی تہذیب کا مقصد کسی ایک فرد یا کسی خاص قوم کی نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کی آراستگی ہے۔ اگر کسی ملک میں ظلم و بے انصافی کا بازار گرم ہے اور تعصب اور عدم مساوات کی لعنت اس پر مسلط ہے۔ تو اس ملک میں فن و ہنر مندی کے بہترین اور اعلیٰ ترین شاہکاروں کی بہتات اور ادبی جواہر پاروں کی فراوانی اسلام کے لئے ہرگز باعث افتخار نہیں ہو سکتی نہ ہی وجہ جواز ہو سکتی ہے۔ زمانہ امن و جنگ کی شاندار فتوحات اور حیرت انگیز کمالات بھی ثمر اسلام کے طور پر پیش نہیں کیے جاسکتے۔ اسلام کے پیش نظر تو زیادہ وسیع اور بلند مقاصد اور زیادہ شاندار اور پر شکوہ مناظر ہیں۔ اسلام اصلاح نسل کی بھی دوسرے مذاہب کے مقابلے میں زیادہ ترغیب دیتا ہے۔ اسلام کے ظہور و اقتدار کے تہذیبی اثرات کے سامنے دنیا کی دوسری تہذیبوں، مذاہب اور فلسفوں کے کارنامے ماند پڑ گئے ہیں ۔ مغرب میں فنون و ادب کی عظمت پرستش کی حد تک پہنچی ہوئی ہے اور وہاں اسے بھی تہذیب کا ایک لازمی حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اسے دیکھ کر ایک

مسلمان حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ دنیا تو آج تک یہ سمجھتی ہے کہ فنون و ادب کے کمالات ہی انسانی زندگی کا مقصد و منشا ہیں۔ مسلمان کی حیرت کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ان ادبی، عملی اور فنی کمالات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔اس کی نظر میں تو یہ محض ضمنی فیوض ہیں۔ جن کی حیثیت مقصد تک پہنچنے کے ذرائع یا زاد سفر جیسی ہے۔اسلام کے تمام علمی و ادبی اور فنی ذخیروں کی نوعیت بھی ایسی ہی ہے۔ ان میں بعض خوبصورت نظمیں، غزلیں اور فن تعمیر کے دلکش نمونے ضرورت اور تفریح دونوں پہلو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ اسلام کے ان تمام کارناموں میں ایک راہنما، ایک ہدایت اور ایک ہی منزل مقصود پنہاں ہے۔ راہنما اور ہادی تو خود حضرت محمد ﷺ ہیں، رشد و ہدایت کا سر چشمہ قرآن پاک اور منزل مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔"[12]

ڈاکٹر خالد علوی صاحب بھی انہی اسلامی تہذیبی اقدار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسلام مستقل اقدار کا ایک تصور دیتا ہے۔ اسلامی تہذیب میں ایسی مستقل اقدار کا نظام موجود ہے جو حالات و زمانہ کے مطابق تبدیل نہیں ہوتیں بلکہ قائم رہتی ہیں۔ یہ مستقل اقدار اسلامی تہذیب کی پہچان ہیں۔ جیسے حلال و حرام، نیکی و بدی، حیاء و بے شرمی، پاک بازی و بدکرداری، صدق و کذب، عدل و ظلم، عفو و درگزر اور صبر و استقامت وغیرہ مثلاً حیاء کو ہی لیجئے یہ قدر صرف اسلامی تہذیب کی خصوصیت ہے۔"[13]

مغربی تہذیب اور تصور علم (Western Civilization and its Epistemology)

اسلامی تہذیب کے مد مقابل جو تہذیبیں موجود ہیں ان میں مغربی تہذیب ایک بھرپور قوت بن کر ابھر رہی ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مغربی تہذیب تمام غیر اسلامی تہذیبوں کی نمائندہ کے طور پر سامنے آئی ہے اور اس تہذیب نے تقریباً تمام غیر اسلامی تہذیبوں کو اپنے اندر ضم کر لیا ہے۔ اس حوالے سے چند واقعات اور بعض تحریکیں جن کا اس تہذیب کے فکری اور تمدنی تشکیل میں بنیادی کردار ہے ان میں نشاۃ ثانیہ (Renaissance)، تحریک اصلاح مذہب (Reformation)، تحریک تنویر (Enlightenment) اور تحریک رومانویت (Romanticism) اور واقعات میں انقلاب فرانس (French Revolution) اور صنعتی انقلاب (Industrial Revolution) ہیں۔

تحریک اصلاح مذہب (Reformation) کے مصلحین کا نعرہ تھا کہ جو عقل کے خلاف ہے وہ خدا کے خلاف ہے یعنی یہ عقل کی بالادستی کے قائل تھے۔ نشاۃ ثانیہ (Renaissance) سے عقل پرستی کا رجحان بڑھا جسے تحریک تنویر (Enlightenment) نے استحکام بخشا۔ اس کا نعرہ تھا کہ حیات و کائنات کے متعلق سوالات کا جواب عقل استقرائی (Inductive Reason) اور عقل استخراجی (Deductive Logic) کے ذریعے دیا جا سکتا ہے اور اسی سے حقیقت مطلقہ (Ontological Reality) تک بھی رسائی ممکن ہے۔ اس تحریک نے وحی کا بھی انکار کیا جبکہ تحریک رومانویت (Romanticism) کے ذریعے یہ پرچار کیا گیا کہ حقیقت تک رسائی کا ذریعہ وجدان (Intuition) ہے۔

ڈے کارٹ (Descartes) سے لیکر رسل (Russel) تک، ہیگل (Hegel) سے لے کر مارکس (Marx)

تک اور ڈارون (Darwin) سے لے کر فرائیڈ (Freud) اور یونگ (Jung) تک اور نیوٹن (Newton) سے لیکر آئن اسٹائن (Einstein) تک مغرب میں سترھویں سے بیسویں صدی تک جو فلسفی پیدا ہوئے انہوں نے جدید تہذیب کی لادینیت اور مادیت کو مستحکم کیا۔ والٹیئر (Voltaire) جو کہ عقلیت پرستی کا نمائندہ، مسیحی چرچ کا دشمن تھا۔ اللہ تعالی کے دین اسلام اور اس کے آخری نبی ﷺ کا سخت مخالف تھا، اس کا دعویٰ تھا کہ ماضی کا انسان ناقص تھا مستقبل کا انسان کامل ہو جائے گا۔

اس سارے تصور کے لیے ڈاکٹر خالد علوی صاحب کی کتاب "تعلیم اور جدید تہذیبی چیلنج" کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر خالد علوی صاحب اس تہذیب کے نظریات کو مختصراً بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

"نشاۃ ثانیہ سے جس تہذیب کی اٹھان ہوئی اور اب تک وہ جن نظریات پر قائم ہے انہیں مختصر طور پر یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

مابعد الطبیعیات کوئی شئے نہیں لہٰذا وحی کا تصور ناقابل قبول ہے۔

مادی اور حسی حقائق ہی اصل حقائق ہیں اور حیات و کائنات کی مادی تعبیر ہی اصل تعبیر ہے۔

انسان کی ذات ہی مرکز و محور ہے۔ انسان قائم بالذات ہے۔ بلکہ یوں کہیے کہ الوہیت انسان مرکزی عقیدہ ہے۔

عقل اور جذبے ہی وہ ذرائع ہیں جن سے حیات و کائنات کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

آزادی اہم نصب العین ہے۔ بیسویں صدی کے مفکر اور Existentialism کے مؤثر داعی سارتر (Sartre) کے خیال میں آزادی مطلق (absolute) ہے اور انسان اپنے ماحول کا خالق ہے۔ اس کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ وہ جو چاہے تخلیق کرے اور یوں اس کی حیثیت ایک خالق کی ہے۔

تغیر اصل حقیقت ہے، کوئی شئے دائمی نہیں۔ مستقل اقدار کا تصور بے معنی ہے۔

طاقت فیصلہ کن عنصر ہے لہٰذا قوت کے استعمال سے ہر مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

مادہ اور روح کی ثنویت اور مذہب و ریاست کی دوئی مغرب کا اہم فکری و عملی تجربہ ہے۔

جدید تہذیب ایک لادینی اور کافرانہ تہذیب ہے۔ ایک مفکر کے بقول:

Modern Civilization is the most violent,
ruthless and destructive of all earlier civilizations.

اسے غالب کرنے کے لئے ایک باقاعدہ منصوبہ بندی سے کام ہوا ہے۔ انیسویں صدی سے اب تک مغرب کا یک نکاتی ایجنڈا ہے اور وہ مغربی تصور حیات و کائنات (World view) کا غلبہ۔ اس کے لیے مغرب نے تعلیم، میڈیا، معاشی قوت اور عسکری طاقت کو استعمال کیا ہے۔"[14]

مغربی تہذیب کے عناصر اور اس کے کمزور پہلوؤں کا علامہ محمد اقبال نے اچھی طرح مطالعہ کیا۔ اس تہذیب کی روح کی آلودگی و ناپاکی کا مشاہدہ کرنے کے بعد آپ ضرب کلیم ص ۶۹ پر کہتے ہیں:

فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب | کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید | ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق لطیف

اس تہذیب کے نتیجے میں روحانی قدریں مٹ گئی ہیں ہر طرف ایک مصنوعی اور مشینی رنگ خدا کی رحمت سے دوری کا سبب بنا ہے۔ ضرب کلیم ص ۱۴۱ میں وہ مزید کہتے ہیں :

یہ عیش فراواں یہ حکومت یہ تجارت | دل سینہ بے نور میں محروم تسلی
تاریک ہے افرنگ مشینوں کے دھویں سے | یہ وادی ایمن نہیں شایان تجلی

علامہ صاحب بال جبریل ص ۱۷۶ میں مزید فرماتے ہیں :

وہ فکر گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو | اس کی بیتاب بجلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ

لیکن علامہ اقبال پر امید ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ اب دنیا کروٹ لے رہی ہے اور یہ تہذیب اپنی موت آپ ہی مرنے والی ہے۔ وہ بال جبریل ص ۱۷۶ پر کہتے ہیں :

جہان نو ہو رہا ہے پیدا وہ عالم پیر مر رہا ہے | جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

وہ مزید فرماتے ہیں :

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی | جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

اسلامیت علوم یا علوم کی اسلامی تشکیل (Islamization of Knowledge)

اسلامی علمیت میں رہتے ہوئے آج یہ بات بھی اہمیت اختیار کر گئی ہے کہ مسلم تہذیب کے تناظر میں تصور علم کے ساتھ ساتھ جدید سماجی و عمرانی علوم سے اخذ و استفادہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ کیونکہ یہ جدید سماجی و عمرانی علوم سیکولر علمیت سے نکلے ہیں جو وحی کو ماخذ علم تسلیم نہیں کرتی۔ اسی کے جواب میں اسلامیت علوم (Islamization of Knowledge) کا نظریہ پیش کیا گیا جس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ان جدید علوم سے استفادہ کرنے کے لئے اور معاصر فکری صورتحال میں اپنی پوزیشن کو بہتر کرنے کے لیے ان جدید علوم کو اسلامیانے کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے :

إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلْإِسْلَٰمُ 15

ترجمہ : بیشک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

اللہ رب العزت کے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اللہ رب العزت کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام کا دین اسلام ہی تھا۔ اگر ہم اللہ کے آخری پیغمبر ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کی بات کریں تو آج اسلام کی عمر تقریباً ساڑھے چودہ سو سال سے زیادہ ہو چکی ہے۔ اسلام کے پہلے ہزار سالہ دور میں مسلمان سیاسی، اخلاقی ، مذہبی ، تحقیقی، علمی الغرض ہر میدان میں فاتح کی حیثیت سے اپنے وقت کے تینوں براعظموں کے تمام بڑے ممالک میں اس طرح پھیلا کہ عیسائیت کے بعد دنیا کا سب سے بڑا مذہب بنا۔ پھر آخر کی تقریباً چار صدیاں مسلمانوں کے زوال سے عبارت ہیں۔

علوم کی اسلامائزیشن کے حوالے سے تاریخ کے مختلف ادوار میں کام ہوا ہے اور اگر اس کے آغاز کا سراغ تلاش کرنا ہو تو یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کا آغاز حضور ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ مگر حالیہ آخری دو صدیوں کی درجہ بندی کرنے سے تاریخی طور پر اسے بنیادی طور پر چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ انیسویں صدی کے نصف سے پہلے کا دور

۲۔ انیسویں صدی کے نصف کے بعد کا دور

۳۔ بیسویں صدی کے نصف سے پہلے کا دور

۴۔ بیسویں صدی کے نصف کے بعد کا دور

آخری دور یعنی بیسویں صدی کے نصف کے بعد کا دور/ حصول آزادی کے بعد کے دور پر نظر ڈالی جائے تو بیسویں صدی کے تقریباً نصف تک انگریز مسلم علاقوں سے نکل رہے تھے اور اپنے پیچھے ایسا نظام تعلیم دے کر جا رہے تھے جو انہی کا دیا ہوا اور انہی کی تہذیب و کلچر میں گوندا ہوا تھا۔ اسلامائزیشن کے حوالے سے حالیہ تیزی کا آغاز ۸۰ کی دہائی میں لندن میں ہونے والے اسلامی سائنسی میلے اور لاہور میں ہونے والی دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس سے ہوا۔ پوری مسلم دنیا کے بہترین دماغ اس میں شریک ہوئے۔ جن میں سے تین نام خصوصی اہمیت کے حامل ہیں کہ جنہوں نے پھر اس کام کو آگے بھی بڑھایا اور اس موضوع پر قلم آزمائی بھی کی۔ ان میں انڈونیشیا سے تعلق رکھنے والے اسلامی اسکالر سید نقیب العطاس، امریکہ سے فلسطینی نژاد اسماعیل راجی الفاروقی اور ایران سے سید حسین نصر تھے۔

کچھ علماء نے علوم کی اسلامائزیشن کے نقطہ نظر سے اختلاف بھی کیا ہے۔ ان کے نزدیک علم تو علم ہوتا ہے اور تمام علوم اسلامی ہی ہیں اس لئے علوم کی اسلامائزیشن کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم علوم کی اسلامائزیشن کے حوالے سے مختلف علماء نے اپنے اپنے لحاظ سے گفتگو کی ہے۔ اس حوالے سے دو اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں، ایک اسلامائزیشن دوسری سائنس کی اسلامائزیشن ۔جب ہم ان افکار کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دونوں اصطلاحات استعمال کرنے والے ایک ہی بات کرتے ہیں کہ سائنس کی اسلامائزیشن کی ضرورت نہیں ہے بلکہ سوشل سائنسز وہ علوم ہیں جن کو اسلامائز کرنے کی ضرورت ہے۔

فلسطین سے تعلق رکھنے والے امریکی اسلامی اسکالر اسماعیل راجی الفاروقی نے اس موضوع پر Islamization of Knowledge: General Principal and Plan کے نام سے ایک کتاب لکھی جو (IIIT) انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ سے 1982ء میں شائع ہوئی ان کے نقطہ نظر کو سمجھنے کے لیے ان کی کتاب کے ابتدائی حصے سے چند اقتباسات یہاں نقل کرنا مناسب ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں:

> ’’امانت خداوندی یا بار خلافت کا مطلب ہی یہ ہے کہ تہذیب و ثقافت کو نہ صرف قائم کیا جائے بلکہ ان کو پروان بھی چڑھایا جائے۔ خلافت کا منتہی و مقصود یہی تو ہے کہ انسانی معاشرہ میں امن قائم ہو جان و مال کی حفاظت کی ضمانت ہو اور انسانوں کے ایک ایسے منظم معاشرہ میں امن قائم کیا جائے جو غذائی پیداوار کے ساتھ اس کو عمدہ طور پر محفوظ کر کے سماج میں منصفانہ انداز میں تقسیم کر سکے اور رہائش، حرارت، آرام، مواصلات اور دیگر آسانیاں فراہم کر سکے، ایسے آلات اور مشینیں تیار کر سکے

جن سے تمام مطلوبہ ضروریات مہیا کی جاسکیں، اور آخر کار تعلیم اور ادراک نفس کے واسطے اور تفریح اور جمالیاتی تسکین کے لئے وافر اور جائز مواقع مہیا کرے اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مسلمان صحیح سمجھتے ہیں کہ خلافت کا کام سیاسی نوعیت کا ہے، اس لئے قرآن نے بار بار خلافت کا تعلق سیاسی قوت سے جوڑا ہے"۔۔۔۔ [16]۔

"ذات کی آگہی کا مطلب دوسروں سے اپنے امتیاز کی آگہی ہے۔ یہ امتیاز مادّی ضروریات اور افادی حقائق کے اعتبار سے نہیں بلکہ تصور کائنات، اخلاقی حس اور روحانی رفعتوں کے اعتبار سے ہے۔ دور حاضر میں جدید ہونے کا مطلب تہذیبی شعور ہے یعنی اپنے تہذیبی ورثہ کا شعور رکھنا، اس کے مختلف مظاہر کو وجود بخشنے والی قوت محرکہ سے واقف ہونا اور تاریخ کے دوسرے تہذیبی دھاروں سے ممتاز ہونے کا شعور اور مستقبل میں اس کی سمت سفر کو صحیح رکھنے والی قوتوں سے پوری طرح باخبر رہنا۔ اس ناگزیر معلومات کے بغیر اپنا تشخص برقرار رکھنا تو درکنار اس دنیا میں اپنا تہذیبی وجود قائم رکھنا بھی ممکن نہیں۔ ماضی کے برخلاف زمانۂ حاضر میں متنازع تہذیبی قوتیں کسی بھی تہذیب پر بغیر کسی فوج کشی اور عسکری عمل کے حاوی ہوسکتی ہیں؛ وہ شکست خوردہ تہذیب کے لوگوں کی ذہنیت تبدیل کرسکتی ہیں۔ ان کو اپنے نقطۂ نظر کا قائل کرسکتی ہیں، اور ان کو اپنا باج گذار اور کٹھ پتلی بنا کر رکھ سکتی ہیں۔ خواہ شکست خوردہ کو اس کی خبر ہو کہ نہ ہو۔ یقیناً یہ قوتیں صرف دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے ہی باہم برسرپیکار ہیں۔ اب مسلمانوں پر منحصر ہے کہ اسلام مستقبل میں فاتح بن کر ابھرتا ہے یا نہیں اور مسلمان تاریخ کا زندہ باب بن کر سامنے آتے ہیں یا محض بابِ عبرت"۔ [17]

پلان کے ان دونوں اقتباسات سے معلوم چلتا ہے کہ "علوم کی اسلامائزیشن" کی تحریک ایک سیاسی مقصد رکھتی ہے۔ دنیا میں موجود تہذیبوں کی کشمکش میں اسلام اس وقت تک فاتح نہیں ہو سکتا کہ جب تک قرآنی تصور "خلافت" کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔ اور اس مقصد کا حصول عالمی انسانی برادری کے بجائے امت مسلمہ کے افراد سے ہی ممکن ہو گا۔

ضیاء الدین سردار کے مطابق اسلامی علوم بیک وقت عقلی بھی ہیں اور روایتی بھی۔ اسلامی علوم کو اسلامی ورلڈ ویو کے تناظر میں مرتب کیا جائے۔ جہاں مسلمان زمین پر اللہ کے خلفاء کی حیثیت سے ہوں۔ عدل قائم کریں، مفاد عامہ کو سامنے رکھتے ہوئے اجماعی طور پر حلال و حرام کا امتیاز برتیں۔ اسلامی علوم آفاقی ہیں جن کی بناء عقل و تجربہ پر ہے، جو ثقافتی حدود سے ماوراء ہیں، جو حقیقت کے پیچیدہ باہمی تعلق کو اجاگر کرتے اور معاشرتی مسائل کو حل کرتے ہیں۔ [18]

سید نقیب العطاس، ضیاء الدین سردار اور طہٰ جابر علوانی کے خیالات کے خلاصہ کو علوم کی اسلامی تشکیل جدید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"اسلامائزیشن کی بحث میں سید نقیب العطاس بجا طور پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے یہ تصور (IIIT) انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ کے پلان کی اشاعت کے پہلے ہی پیش

کر دیا تھا۔ ان کے مطابق ادب در اصل انسانی جسم، ذہن اور روح کی تہذیب کا نام ہے۔ یعنی مہذب بنانے کا ایسا عمل جس میں طبعی، فکری، اور روحانی صلاحیتوں اور امکانات کو تسلیم کیا جائے اور یہ تسلیم کرنا اور اس بات کو پہچان لینا کہ علم اور علم سے ماخوذ وجود میں تقدّس پر مبنی درجہ بندی پائی جاتی ہے۔ (عطاس 1993، مقدمہ صفحہ XIII ، ۱۰۵، ۱۱۰۔۱۰۷، ۱۴۹۔۵۲۷) لیکن اس تصور ادب میں پائی جانے والی قوت اور بڑے امکانات اس وقت ختم ہو جاتے ہیں جب نقیب العطاس انسانی رشتوں میں تدریج کے اس تصور کو کارفرما دیکھتے ہیں۔ ہم سطحی اور برابری کے خلاف ان کی تحریر میں جوش اور ولولہ پیدا ہو جاتا ہے۔ (مذکورہ بالا حوالہ صفحہ ۱۱۰) العطاس وحی کے ساتھ کشف کو بھی علم کا ایک ذریعہ تسلیم کرتے ہیں۔ (مذکورہ بالا حوالہ صفحہ ۱۶۱۔۱۶۰) اسلامائیزیشن آف نالج پر ضیاء الدین سردار کی تنقید میں بھی ایک اہم نکتہ پوشیدہ ہے جب وہ کہتے ہیں کہ مغرب کے علمیاتی سسٹم میں موضوعات کی تقسیم کو من و عن تسلیم کر لینے کا مطلب اسلام کے نظریہ کائنات کو مغربی نظریہ کائنات کا دست نگر کر دینا ہے۔ (سردار، ۱۹۸۵، صفحہ ۱۰۱)۔ نظریات جنھیں وہ کبھی حقائق بھی کہتے ہیں کے مقابلے میں اقدار پر زور سردار کی صحیح حکمت عملی ہے۔ علم وحی کے ساتھ عقل سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مشاہدہ کے ساتھ ساتھ وجدان بھی اس میں معاون ہے اور اسی طرح روایت اور نظری قیاس آرائی بھی علم کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔ فطرت اور حقیقت کے مطالعہ کے لئے مختلف طریقہ کار اسلام میں تسلیم ہیں لیکن یہ سب قرآنی وحی کے تابع ہیں۔ اس طرح اسلامی علمیات میں علم کی ہر شکل کا حصول اس لئے اہم ہے کہ وہ لافانی اقدار کے زیر اثر ہوتا ہے اور یہی اقدار در اصل مسلم تہذیب کی بنیاد ہیں (سردار، ۱۹۸۵، صفحہ ۱۰۳۔۱۰۲)۔ علم کے میدان میں صحیح طریقہ یہ ہوگا کہ دونوں راستوں کو بیک وقت اپنایا جائے یعنی کائنات اور اپنی ذات کے اندرون کو دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن اور سنت کے معنی کی کھوج بھی ہوتی رہے۔ علوم میں شرعی اور دنیوی کی تقسیم نصاب کی ترتیب میں تو ایک معاون آلہ کار کا رول ادا کر سکتی ہے۔ لیکن آج پائی جانے والی تقسیم نے ظلم یہ کیا ہے کہ وہ محض مذہبی کتابوں میں پائے جانے والے علم کو تسلیم کرتی اور دوسرے علوم کو غیر اہم گردانتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی ذہنیت اور اسلام کے مستقبل پر بڑے ہی تباہ کن اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اسلم حنیف کے مطابق طٰہٰ جابر علوانی صحیح کہتے ہیں کہ اگر کائنات میں وسعت پذیر اللہ کی نشانیوں سے صرف نظر کر لیا جائے تو حقیقت کا ایک غیر متوازن تصور پیدا ہو گا۔" [19]

اسلامیت علوم کے مقاصد

اسماعیل راجی الفاروقی نے علوم کو اسلامیانے کے حوالے سے جو مقاصد بیان کیے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ فکری بحران کے شعور کو امت میں اجاگر کرنا۔

۲۔ فکری بحران کی نوعیت کا ادراک حاصل کرنا۔

۳۔ اسلامی اصولوں اور جدید علوم سے عصری مسلم ثقافت کو آراستہ کرنا۔

۴۔ امت کے تراث اور اس کے مقاصد اصلیہ کا تجزیہ کرنا۔

۵۔جدید علوم کے مضامین کی تیاری اور اسلامی طریقہ کار کی تشکیل کرنا۔[20]

ضیاء الدین سردار نے اسلامیت علوم کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے جو اس کے مقاصد بیان کئے ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔اسلامی تراث میں مہارت حاصل کرنا کہ جس کے ذریعے مختلف مضامین کے مجموعے تیار کیے جائیں اور موجودہ مسائل کے تناظر میں ان کا تجزیہ کیا جائے۔

۲۔جدید علوم میں مہارت حاصل کرنا۔

۳۔ان مضامین کے ساتھ اسلام کے موافقت تلاش کرنا اور ان مضامین کا اسلامی نقطہ نگاہ سے تنقیدی و تجزیاتی جائزہ لینا۔

۴۔مسلمانوں اور تمام بنی نوع انسانی کے معاشی، معاشرتی، اخلاقی، ثقافتی، روحانی اور فکری مسائل کا سروے کرنا۔[21]

نتائج

اگر آخری نصف صدی کی بات کی جائے تو "علوم کی اسلامائزیشن" کے حوالے سے جن تین شخصیات نے عملی و فکری لحاظ سے اہم کردار ادا کیا ان میں پہلی شخصیت انڈونیشیا کے مشہور اسلامی اسکالر سید نقیب العطاس ہیں۔ جنہوں نے اپنی معروف کتاب "اسلام اور سیکولرزم" لکھی۔ انہوں نے 1987ء میں اس مقصد کے لیے بین الاقوامی ادارہ برائے سائنس اور سیوالائزیشن (ISTAC) کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد علوم کی اسلامائزیشن کو آگے بڑھانا تھا۔ ان کے علاوہ دوسری شخصیت فلسطینی نژاد، امریکی اسلامی اسکالر اسماعیل راجی الفاروقی ہیں۔ جنہوں نے علوم کی اسلامائزیشن کے حوالے سے سب سے زیادہ عملی کام کیا اور ایک بین الاقوامی ادارہ (IIIT) انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ کے نام سے قائم کیا۔ جس کا بنیادی کام جدید سائنسی علوم کو اسلامی تصور توحید اور اسلامی تصور جہاں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنا تھا۔ بدقسمتی سے انہیں اہلیہ سمیت 1985ء میں امریکہ میں موجود صیہونی لابی نے شہید کروادیا۔

علوم کی اسلامائزیشن کے حوالے سے تیسری شخصیت ایرانی نژاد، امریکی اسکالر سید حسین نصر کی ہے۔ اسی موضوع پر جن کی معروف کتاب Knowledge and Sacred بھی ہے۔ پروفیسر سید حسین نصر کی تحریروں نے گزشتہ پچاس برسوں میں جامع اور مدلل انداز سے اسلام اور سائنس کے مابین تعامل کی مثبت راہیں تلاش کیں ہیں۔ پروفیسر سید حسین نصر نے اگرچہ جدید سائنس پر تنقید بھی کی ہے تو وہ بھی ٹھوس دلائل کی بنیاد پر کی ہے۔ وہ مسلسل اس امر پر زور دیتے آئے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ جہاں وہ جدید سائنس کا مطالعہ کریں وہاں وہ اسلامی تصور جہاں، مشاہدہ کائنات اور تناظر عالم کے لحاظ سے جدید مغربی سائنس پر تنقید بھی کریں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] البقرۃ: ۱۵۱

[2] ابو عمار زاہد الراشدی، اسلام کا تصور علم اور دینی مدارس کا کردار | ابو عمار زاہد الراشدی, accessed May 27, 2021, http://zahidrashdi.org/86

[3] ڈاکٹر محمد امین، " مسلم امہ کو درپیش فکری مسائل" -, accessed May 27, 2021, http://alsharia.org/2003/feb/ummah-fikri-masayl-dr-amin.

[4] طہٰ: ۱۱۴

[5] ابن ماجہ، محمد بن یزید ابو عبداللہ، سنن ابن ماجہ، باب ما یقال بعد التسلیم، حدیث: ۹۲۵، ج: ۱، ص: ۲۹۸، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت لبنان، 1431ھ

[6] القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، باب تعوذ من شر ما عمل، حدیث: ۲۷۲۲، ج: ۴، ص: ۲۰۸۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1431ھ

[7] ابو عمار زاہد الراشدی، اسلام کا تصور علم اور دینی مدارس کا کردار | ابو عمار زاہد الراشدی, accessed May 27, 2021, http://zahidrashdi.org/86

[8] مفتی محمد احمد، پروفیسر، تعارف تہذیب مغرب اور فلسفہ جدید، صفحہ: ۳۹، جنوری ۲۰۱۴، مکتبہ العارفی، فیصل آباد

[9] خالد علوی، ڈاکٹر، تعلیم اور جدید تہذیبی چیلنج، صفحہ: ۱۰، ۹، ۲۰۰۵ء، ادارہ تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد

[10] محمد علی ضناوی، ڈاکٹر، اسلامی تہذیب کی تفہیم جدید، ترجمہ: محمد مسعود عالم قاسمی، صفحہ: ۲۸، ستمبر ۱۹۸۶، اسلامک پبلیکیشنز لاہور

[11] ابو الحسن علی ندوی، سید، اسلامی تہذیب و ثقافت، صفحہ: ۲۲، ۲۰۰۵ء، ادارہ تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد

[12] مارماڈیوک پکھتال، محمد، اسلامی ثقافت اور دور جدید، ترجمہ: تور اکینہ قاضی، صفحہ: ۲۶، ۲۵، مارچ ۲۰۰۳ء، عرفان افضل پرنٹرز، لاہور

[13] خالد علوی، ڈاکٹر، تعلیم اور جدید تہذیبی چیلنج، صفحہ: ۱۶، ۲۰۰۵ء، دعوۃ اکیڈمی، اسلام آباد

[14] خالد علوی، ڈاکٹر، تعلیم اور جدید تہذیبی چیلنج، صفحہ: ۲۰، ۱۹، ۲۰۰۵ء، ادارہ تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد

[15] آل عمران، ۱۹

[16] پلان ۱۹۸۲، صفحہ ۳۲ بحوالہ "Aloom Ki Islami Tashkeel Jadeed: Tarjeehat Kya Hon ?,"accessed April 24, 2021, https://www.punjnud.com/ViewPage.aspx?BookID=11502&BookPageID=274739&BookPageTitle=Aloom%20Ki%20Islami%20Tashkeel%20Jadeed%20:%20Tarjeehat%20Kya%20Hon%20?

[17] ایضاً، ص: 12، بحوالہ بالا

[18] Sardar Ziauddin, Explorations in Islamic Science, Mansell, London, 1989. P:163-164.

[19] حنیف، ۲۰۰۵، صفحہ ۱۰۴-۱۰۳

[20] Al-faruqi, Ismael AL raja, Islamization of Knowledge General Principles and Work Plan P:59-79

[21] Sardar, Ziauddin, Islamic futures: the shape of ideas to come, P: 97-98